افتادگانِ خاک اسلام آباد میں

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

01-19-2013

بدلتے سیاسی موسم کا اندازہ نہ کر پانے والے ہمارے ''سینئر تجزیہ نگار''، اینکرز اور اینکریاں 23 دسمبر 2012ء تک یہ نہ جان سکے کہ پاکستان کن زمینی حقائق سے ہمکنار ہے۔ اسی لیے وہ منہاج القرآن کی جانب سے اعلان کردہ ڈاکٹر طاہر القادری کے جلسے میں لوگوں کی شرکت کا اندازہ نہ لگا سکے۔ جب جلسہ ہوا اور سونامی سے پانچ گنا زیادہ تعداد میں لوگوں نے شرکت کی تو ہمارے یہ ''سینئر تجزیہ نگار'' حیران ہوئے جا رہے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ناک کی سیدھ میں دیکھنے کے بھی اہل نہیں اور اگر کوئی زمانے کی جدلیات کی بنیاد پر زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر ان سینئر تجزیہ نگاروں کے سامنے تجزیہ کر دے تو پھر سازشی تھیوریز کی بنیاد پر اظہار کرنے کا آغاز ہو جاتا ہے۔ 23 دسمبر کو پاکستان کے عام شہریوں نے منہاج القرآن کے جلسے میں شرکت ہی نہ کی بلکہ نظم و ضبط سے اور مکمل پُرامن انداز میں شرکت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ایک نیا پاکستان کروٹ لے سکتا ہے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا، تاریخ کا جدل وقت کا دھارا بدل دیتا ہے اور اگر قیادت بہت زیادہ سنجیدہ ہو تو تیز رفتار حقیقی سماجی تبدیلیوں کو روکا نہیں جا سکتا۔ راقم نے انہی صفحات پر 18 دسمبر کو ''طاہر القادری، ریاست بچاؤ'' میں اپنے تجزیے میں ممکنہ صورتِ حال پر تجزیہ کیا تھا۔ یہ وہ ایام تھے جب ہمارے ''سینئر تجزیہ نگار'' اپنے ناک کے نیچے دیکھنے کی صلاحیت سے محروم تھے۔ اس شان دار جلسے کے انعقاد کے بعد ''حیرت زدہ میڈیا'' جلسے کی قیادت اور خطاب کرنے والے ڈاکٹر طاہر القادری سے اختلاف کی بنیاد پر جو تمسخر اڑاتا رہا، اس حوالے سے ان صفحات کو اگر اکٹھا کر کے پڑھا جائے تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہم احترامِ آدمیت کے حوالے سے کن پستیوں میں اتر چکے ہیں۔ تمسخر اڑانے والے نام نہاد کالم نگار اور الیکٹرانک میڈیا کے تماش بین میزبان (Hosts) جن کا دعویٰ ہے کہ وہ وقت کے ارسطو ہیں، انہوں نے بھی احترامِ آدمیت کی دھجیاں اڑانے کے مقابلے میں شرکت کر کے اپنی حقیقت ایک بار پھر عیاں کر دی۔

اور پھر 13 جنوری 2013ء کو لانگ مارچ کے آغاز کے وقت سے ہی انہی لوگوں نے اسلام آباد کی طرف روانہ ہونے والے پُرامن مظاہرین کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ لیکن میں اس شان دار مظاہرے میں شرکت کرنے والے مردوں، عورتوں اور ان کے بچوں کی ہمت کا مداح ہوئے بغیر نہ رہ سکا بلکہ آج کے اس پُرتشدد معاشرے میں یہ پہلا بڑا عوامی مظاہرہ تھا جس نے اپنے عقیدے کے غلبے یعنی اپنے عقیدے یا نظریے کو مسلط کرنے والے نعروں سے ہی اجتناب نہیں برتا بلکہ انہوں نے قومی ایشوز پر جس سادگی سے کمٹمنٹ کا مظاہرہ کیا، وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایسے کم تعلیم یافتہ مرد و زن ہی پاکستان کا مقدر ہیں۔ مذہبی شدت پسندی کا شکار تجزیہ نگاروں کے علاوہ میں نے نام نہاد روشن خیال مرد و خواتین کو بھی اسلام آباد کے بلیو ایریا میں اکٹھے ذلتوں کے مارے ان لوگوں کا ٹی وی سکرینوں پر مذاق اڑاتے دیکھا۔ اسلام آباد کی ایک نام نہاد ایکٹوسٹ جو اپنی روشن خیالی پر بڑی نازاں ہے اور جو اپنے ایکٹوازم میں

کسی دوسرے شخص کو شامل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی، پاکستان کے ایک جغادری ٹی وی میزبان کے پروگرام میں ان مظاہرین کا اس طرح مذاق اڑا رہی تھی جیسے مذہبی اور طبقاتی شدت پسند الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے دوسرے اہلکار۔ اسلام آباد کی یہ محترمہ طاہرہ عبداللہ اور دوسرے مذہبی شدت پسند دانشور جو اِن افتادگانِ خاک کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنے نام نہاد علم کے تکبر کا شکار ہیں، اُن کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خودکش حملہ آوروں کے نشانوں کی پرواہ کیے بغیر اسلام آباد کی تاریخ کا یہ اکٹھ ایک ایسے پاکستان کی خبر دے رہا ہے جو تبدیلی کی طرف گامزن ہے۔ یہ وہ واحد سیاسی اجتماع ہے جو میں نے پچھلی تین دہائیوں میں دیکھا کہ جس میں مظاہرین نے صرف اور صرف مملکت پاکستان کے پرچم اٹھائے ہوئے تھے، جن کی زبانیں کسی بھی شخص، گروہ، عقیدے اور سیاسی تحریک کے خلاف شدت پسندی سے شعوری طور پر اجتناب برت رہی تھیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں البرٹ کامیو نے کہا ہے کہ

"Your very existence is an act of rebellion."

چھوٹے شہروں، قصبات اور دیہات سے آئے یہ مظاہرین مرد اور عورتیں اور اُن کے ہمراہ معصوم بچوں نے اسلام آباد جو کہ پاکستان کا سب سے زیادہ شرحِ تعلیم رکھنے والا شہر ہے، کے اِن شہریوں سے زیادہ مہذب ہونے کا مظاہرہ کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔ پاکستان کے یہ افتادگانِ خاک، ہمارے نام نہاد دانشوروں، ''تجزیہ نگاروں''، ٹی وی سکرینوں پر نمودار ہونے والے ''تماش بین میزبانوں'' اور حکمران اشرافیہ سے آگے نکل چکے ہیں۔ اسی لیے تو یہ ''دانشور خواتین وحضرات''، حکمران اور اشرافیہ اِن خاک نشینوں کی منظم اور مہذب طاقت کا اندازہ نہ کر پائے۔ اور جب اِن افتادگانِ خاک نے اسلام آباد کی ٹھٹھرتی راتوں اور تلخ ایام کا سامنا کیا جہاں ہر وقت بموں اور خودکش حملہ آوروں کا خوف رہتا ہے، اِن پاکستانیوں نے اس خوف کو بھی شکست دے دی۔ ذرا گزشتہ چار ہفتوں کے اخبارات اور ٹی وی پر آن ایئر ہونے والے پروگراموں کو ری پلے کریں، آپ کو اس نام نہاد پڑھے لکھے دانشوروں کی ذہنی پسماندگی کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ البتہ اکثر کے قلم اب رُخ بدلنے لگے ہیں۔ پاکستان کو گمراہیوں میں لے جانے کے جتنے ذمہ دار ہمارے حکمران طبقات ہیں، اس سے زیادہ یہ قلم کار اور دانشور بھی ذمہ دار ہیں، جو پہلے ایک لیڈر کو سولی پر چڑھانے میں حکمرانوں کے مددگار ہوتے ہیں اور پھر بدلتے وقت کے ساتھ حسینیت کی طرفداری کے دعوے کرتے ہیں۔ ایک ایسے جغادری دانشور سے میں ذاتی طور پر آگاہ ہوں کہ جس نے ذوالفقار علی بھٹو شہید کے قتل کو Legitimate کرنے کے لیے جنرل ضیاالحق کو اس مقدمے کے تین دوسرے مجرموں کو ایک ماہ بعد فون کر کے پھانسی پر لٹکانے کا مشورہ دیا اور پھر تین دہائیوں بعد یہ جغادری دانشور وصحافی ذوالفقار علی بھٹو شہید کی قبر پر سجے سٹیج پر براجمان تھا۔

پاکستان کے یہ افتادگانِ خاک، جنہیں اکٹھا کرنے کا کریڈٹ ڈاکٹر طاہر القادری کو جاتا ہے، میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو امن، تدبر، تنظیم، عدم تشدد اور پاکستان سے محبت کا درس دیا، جس کا مظاہرہ اسلام آباد کی سرزمین پر دیکھا گیا۔ اس مظاہرے کے پیچھے سازش اور سیاست تلاش کرنا تجزیہ نگاروں کا حق تھا لیکن کسی کو احترامِ آدمیت کی دھجیاں اڑانے کا حق نہیں۔ طاہر القادری ایک مذہبی رہنما ہیں اور سیاسی رہنما بھی، اُن سے اختلاف کا حق ہر شخص کو ہے لیکن جس طرح اُن کا تمسخر اڑایا گیا، وہ بھی قابل مذمت ہے۔ مجھے وہ منظر بہت مثبت لگا جب وزیر اطلاعات قمر الزماں کائرہ، جو ایک روز پہلے تک اُن کی نقلیں اتار رہے تھے، معاہدے کے وقت بغل گیر ہی نہیں ہو رہے تھے بلکہ ڈاکٹر طاہر القادری اُن سے کھلے ماحول میں مزاح کر رہے تھے۔ اسلام آباد میں اکٹھے ہونے والے افتادگانِ خاک نے جہاں ایک طرف پاکستان کے کارپوریٹ میڈیا اور Language of Violence والے میڈیا کو حیران کر دیا، وہیں ان یکسو مظاہرین نے دیوار کے دونوں طرف کے حکمرانوں کو پریشان کر دیا۔ اس مظاہرے کے سبب برپا ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کے حوالے سے اگلے کالم میں تجزیہ عرض کروں گا۔